مولانا ابوالکلام آزادؒ

دعوتِ الی الحق

ایں رہ منزل قدس است میندیش، بیا
میل ازیں راہ خطا باشد ہیں تا نکنی

بابل کے آثار قدیمہ نے جو ابھی حال میں برآمد ہوئے ہیں علمائے اثریات (ARCHAELOGIST) کی توجہ کو موجودہ صدی سے ہٹا کر آج سے تیس صدی بیشتر کی جانب پھیر دیا ہے جب کہ عرفہ کی ایک کمزور مخلوق نے سیاروں کے طلوع و غروب سے خداشناسی کا سبق لیا تھا، اور ایک سیارہ پرست قوم کو ظلمات کفر سے روشنی میں لانے کی کوشش کی تھی۔

دنیا نے اپنے ابتدائی عہد میں ایک زمانہ وہ بھی دیکھا ہے جب انسانی تمدن کی بدیع المثال ترقی نے قدرت اور بندوں میں کوئی حد فاصل باقی نہیں رکھی تھی۔ قدرت کے صدہا راز آشکارا ہو چلے تھے اور جس قدر حیرت انگیز قدرتی طاقتیں مخفی تھیں انسان نے تقریباً سب سے کام لینا سیکھ لیا تھا۔

آگ، پانی، ہوا، مٹی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس پر انسان نے حکومت نہ کی ہو، سیارۂ زمین کی عنان اختیار گویا ہاتھ میں تھی اتنا ہی نہیں بلکہ فضاء محیط کے کروں اور سیاروں کو بھی ایک طرح سے اپنا بنا لیا تھا، اور اپنی ضروریات میں ان کی مہیب طاقتوں سے بھی نہایت آسانی و سہولت کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

نقولا تسلا (نکولس تازلے) کو ہنوز مریخ کی آبادی سے تعلقات پیدا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے، لیکن تاریخ کو اس ابتدائی زمانے کی علمی و عملی ترقی پر حیرت ہے کہ زمین والے آسمان تک پہونچ گئے تھے اور آسمانی آبادی سے جو چاہتے تھے کام لیتے تھے، بستیاں بساتے، شہر کے برج بناتے تو اس کا قبہ آسمان تک پہونچا دیتے، سیرگاہیں اس شان کی ہوتیں کہ مکانات ہیں، عمارتیں ہیں، محلسرائے ہیں آبادی ہے اور اوپر نظر اٹھاؤ تو ایک وسیع اور بہت ہی وسیع باغ آویزاں ہے، شہر میں آئندہ روند کی چہل پہل ہے، سڑکیں ہیں، گاڑیاں ہیں اور اوپر دیکھیے تو عظیم الشان دریا لہریں مار رہا ہے۔

یہ عجیب و غریب مدنیت کلدانیوں کی تھی، جو ارض عراق کے فرماں روا تھے، جن کی جلالت کا یہ عالم تھا کہ تورات کے پیغمبر بھی انھیں عشر (محصول دہ یک) دیتے تھے، اور ان کے قانون سے تالیف تورات میں مدد لیتے تھے۔

وسائل تمدن کی فراہمی و فراوانی ایک عالم کو سرکش بنا چکی ہے اِنَّ الْاِنسَانَ لَیَطْغٰی اَن رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی۔

ایک ذرا سی ملکی و مالی عظمت، جو انسان کو انسانیت سے گنادیتی ہے، جو اس قدر مغرور بنادیتی ہے کہ لندن ٹائمز کے صفحات پر زبان سیاست کو اس اعلان سے بھی باک نہیں ہوتا کہ ، ایک معمولی انگریز سپاہی کے خون کے مقابلے میں تمام ایرانی آبادی کی کچھ وقعت نہیں جو ایک با اختیار ملکہ کی حیثیت میں ایک غاصب و ظالم و خوں ریز سلطنت کو ان کی قتل عام پر مبارکباد دیتی ہے، جو ایک فرمانروا سے یہ عصبیت ظاہر کراتی ہے کہ ایک ملک کو چند قومیں پامال کر چکی ہیں اور اب اسے مجبور کرتی ہیں کہ اس پامالی پر قانع ہو جائے جس نے ۲۵ برس پہلے ایک وزیر اعظم کی زبان سے ایک ایسے ملک کا خون چوس لینے کی تلقین کرائی تھی، جو خود اسی کا محکوم تھا جس پر اس کی ثروت کی بنیادیں قائم تھیں جو اسکے تاج سلطنت کا درخشندہ گوہر مانا جاتا تھا، اور جس کے باشندوں نے اپنا ملک و مال خود اس کے تصرف میں دے کر اسے مطلق العنان کردیا تھا کہ :-

محابا کیا ہے ؟ میں ضامن ، ادھر دیکھ
شہیدان نگہ کا خوں بہا کیا؟

غرضکہ جب وہی عظمت اپنے انتہائی مظاہر میں نمایاں ہو تو انسان میں کہاں تک سرکشی نہ آئے گی؟ مادہ کی الوہیت، کلدانیوں پر چھا گئی تھی، خدا کو بھول گئے تھے اور بندگان خدا کے ساتھ اسی ظلم اور زبردست آزادی کے ساتھ پیش آتے تھے، جو آج موجودہ تمدن کے مخصوصات نمایاں میں سے ہے۔

کلکتہ، بمبئی، برلن اور لندن میں جس طرح عظماء رجال کے جا بجا بت نصب ہیں، اسی طرح کلدانیوں نے بے شمار مجسمے قائم کر رکھے تھے، اور ان کی بے انتہا عزت کرتے تھے، چونکہ قدرت کو روئے زمین سے تاریکی مٹانی تھی اس لئے اسی قوم اور اسی ملک سے ایک ایسے نامور اور عظیم

المثان نما شناس کو اٹھایا جس نے اس طلسم کی حقیقت واضح کردی اور کواکب پرست کلدانیوں پر ملکوت السماوات والارض کے اسرار فاش کر دیئے۔

یہ خدا شناس ہستی ابراہیم علیہ السلام ابن آزر (تارخ) کی تھی جن کو توحید وصداقت کی دعوت واشاعت میں سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں، ملک کا ملک دشمن تھا قوم کی قوم تشنۂ خون تھی، حکومت اپنی پوری طاقت سے مقاومت کو آمادہ تھی، ایک زمانے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس خدا پرست مخلوق کو آگ کے حوالے کر کے رہیں گے باایں ہمہ ان کے عزم واستقلال کا یہ عالم تھا کہ بقول مسیحی مورخ (مارگری گوری ابوالفرج ملطی) کے "انھوں نے تن تنہا کلدانیوں کے بت خانے میں آگ لگادی (مختصر الدول ص۲۱) اور اتنی بڑی مہم انجام دینے پر بھی کوئی زبردست طاقت ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ وہ بقول تورات عراق سے ترک وطن کر کے صحیح وسلامت اس ملک میں چلے گئے جہاں خدا نے ان کو برکت دینے اور انھیں ایک بڑی قوم بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ (تکوین ۱۲ + ۱-۵)

یہودیوں کی مقدس کتاب (تلمود) میں یہ واقعات شرح وبسط سے مذکور ہیں۔ جن کو قرآن کریم نے اور زیادہ پھیلا کر بیان کیا ہے۔ سورۂ انبیاء میں ہے۔

ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنابہ عالمین اذ قال لابیہ وقومہ ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون؟ قالوا وجدنا اباءنا لھا عابدون۔ قال لقد کنتم انتم واباؤکم فی ضلال مبین۔ قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین؟ قال: بل ربکم رب السموٰت والارض	حضرت ابراہیمؑ کو ہم نے ابتداء عمر ہی سے فہم سلیم اور درجۂ رشد وحکمت عطا فرمایا تھا اور ہم اس سے اچھی طرح واقف تھے، دعوت الٰہی کے اس مقدس وقت کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ پتھر کی مورتیں جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ انھوں نے کہا۔ اسکے سوا ہم کچھ نہیں جانتے کہ اپنے بڑوں کو ان کی پرستش کرتے دیکھتے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا، بس یقیناً تم اور تمھارے بڑے دونوں صریح گمراہی میں پڑے رہے۔ اس پر انھوں نے کہا، یہ جو تم کہہ رہے ہو کیا واقعی یہ تمھارا کوئی حقیقی خیال ہے یا محض دل لگی کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب

الذی فطرهن وانا علی
ذلکم من الشاهدین
وتالله لاکیدن اصنامکم
بعد ان تولوا مدبرین فجعلهم
جذاذا الا کبیرا لهم لعلهم
الیه یرجعون. قالوا من فعل
هذا بالهتنا انه لمن الظلمین
قالوا سمعنا فتی یذکرهم
یقال له ابراهیم
قالوا: فاتوا به علی
اعین الناس لعلهم
یشهدون. قالوا: ءانت
فعلت بالهتنا یا
ابراهیم؟ قال: بل
فعله کبیرهم هذا
فسئلوهم ان کانوا
ینطقون. فرجعوا الی
انفسهم. فقالوا انکم
انتم الظلمون. ثم نکسوا
علی رءوسهم لقد علمت
ما هؤلاء ینطقون قال
اتعبدون من دون الله ما لا ینفعکم
شیئا ولا یضرکم؟ اف لکم
ولما تعبدون من دون الله افلا
تعقلون؟ قالوا حرقوه وانصروا

دیا کہ۔ دل لگی کی اس میں کیا بات ہے! یہ تو اصل حقیقت ہے کہ وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، وہی تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں اپنی بصیرت اور یقین سے اس پر شہادت دیتا ہوں، ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں بخدا ضرور بالضرور تمہارے ان بتوں سے تمہارے جانے کے بعد ایک چال چلوں گا، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ لوگوں کے جانے کے بعد بت خانے میں گئے اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں جب لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو لگے آپس میں کہنے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ گستاخی کی! جس شخص نے ایسا کیا یقیناً وہ بڑا ظالم تھا، اس پر بعضوں نے کہا کہ وہ نوجوان جسے ابراہیم کے نام سے پکارتے ہیں ان بتوں کا ذکر کر رہا تھا ہو نہ ہو یہ اسی کی کارروائی ہے۔ لوگوں نے شور مچایا کہ اس کو یہاں سب کے سامنے پکڑ کے حاضر کرو تاکہ جو کچھ سوال و جواب ہو اسکے لوگ گواہ رہیں۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کو لے کر آئے اور ان سے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تو نے کی؟ انھوں نے الزاماً کہا، نہیں بلکہ یہ بت جو سب میں بڑا ہے اسی نے کی ہوگی۔ انھیں سے پوچھ لو اگر وہ جواب دے سکتے ہیں۔

اس دندان شکن جواب کو سنکر سب کے سب ششدر رہ گئے اور اپنے دل میں اپنی گمراہی کے

الھتکوان کنتم فاعلین
قلنا یا نار کونی بردا و
سلاما علی ابراھیم واراد وا
بہ کیدا فجعلناھم الاخسرین
ونجیناہ ولوطا الی الارض التی
بارکنا فیھا للعالمین
(۲۱ : ۴۷ - ۶۳)

تا ئل ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ سچ ہے تم ہی بر سر ناحق ہو، مگر بایں ہمہ سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے، وہ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے گمراہی کے گڑھوں میں دھکیل دیئے گئے اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگے یہ تم نے کیا کہا؟ تم کو تو معلوم ہے کہ بت بولا نہیں کرتے، انھوں نے کہا، پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو خود ہی مجبور محض ہیں؟ نہ کسی کو کچھ نفع پہونچائیں اور نہ نقصان؟ تف ہے تم پر اور تمھاری ان چیزوں پر جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو یہ کیا ہے کہ ایسی ظاہر اور کھلی بات بھی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی؟

جب وہ لوگ حضرت ابراہیم سے عاجز آگئے تو اور تو کچھ نہ کر سکے، غیض و غضب سے پاگل ہو کر آپس میں شور مچانے لگے کہ بس اگر کچھ کرنا ہے تو اس کا یہی جواب ہے کہ اس بیباک شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو۔

جب کہ وہ یہ تدبیریں کر رہے تھے تو ہم بھی اپنی تدبیروں سے غافل نہ تھے، ہم نے اپنی قدرت کا اعجاز دکھلایا اور کہا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی۔

انسانوں نے ہمارے داعی الی الحق کو نقصان پہونچانا چاہا تھا پر ہم نے ان کو ناکام و خاسر کیا۔

بظاہر تو یہ ایک قصہ ہے اور بدقسمتی سے اب تک اسی حیثیت سے نظر ڈالی گئی ہے مگر غور کیجئے تو قرآن کریم نے اپنے خاص انداز میں ایک دفتر معارف کھولدیا ہے جس کے ایک ایک لفظ کے اندر صدہا رموز اخلاق و سیاست اور حقائق و نوامیس اصلاح و دعوت پوشیدہ ہیں مہلت ملے تو اس واقعہ کے ایک ایک ٹکڑے پر ایک ایک مقالہ مستقل طور پر لکھنا چاہئے سردست صرف چند مناسب وقت اشارات آپ کے سامنے ہیں۔

فکر و تدبر سے کام لیجئے تو اس واقعہ سے چند خاص نتائج حاصل ہوتے ہیں

(۱) جس ملک میں ظلم عام ہو گیا ہو، خدا اور بندوں کے حقوق سرمشق تعدی و تطاول ہو رہے ہوں، شرک جیسے ظلم عظیم کے ارتکاب میں باک نہ ہو، اللہ کو چھوڑ کر دوسری طاقتوں اور انسانی

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

قوتوں کے آگے لوگ سربسجود ہوں۔ وہاں ہر اس شخص کا جس میں ایک ذرہ بھی ایمان و اسلام ہو یہ ایک مقدس فرض ہے کہ مظالم و مفاسد کے استیصال کے لئے آمادہ ہو جائے، اور بغیر کسی مداہنت و نفاق کے کامل آزادی اور رندر اور بے باک لب و لہجے میں خدا کے بندوں کو خدا کی جانب بلائے، اسلام کی علانیہ دعوت کرے، اور کفر و ضلالت کے مٹانے میں ذرا بھی متامل نہ ہو۔

(۲) خدا کو استبداد پسند نہیں، جو لوگ ارباب اقتدار ہوں، دولت و حکومت رکھتے ہوں، انسانوں پر ان کا تصرف ہو، دنیا کی ہر ایک چیز پر انھیں فرماں روائی کی طاقت دی گئی ہو، پھر اتنی سب نعمتیں ملنے پر بھی خدا کو بھول جائیں۔ مستبد بن بیٹھیں، قانون الٰہی کو توڑنے لگیں، نظام اسلام کی توہین کریں، استبداد میں اتنا غلو رکھتے ہوں کہ انسان ہو کر خدا بن بیٹھیں اور اپنے آئین استعباد کے خلاف کسی کی کچھ بھی سماعت نہ کرتے ہوں تو ایسی قوم کو اس کی غلط کاریوں سے علانیہ آگاہ کر دینا چاہیئے، علم حق و معروف لے کر مفاسد و منکرات کے خلاف آمادۂ جہاد ہو جانا چاہیئے اور نہایت آزادی و استقلال کے ساتھ اس طرح اس خطرناک و سنگلاخ وادی میں قدم رکھنا چاہیئے کہ یہ طلسم فریب ٹوٹ جائے اور دنیا میں پھر خدا کی بادشاہی قائم ہو جائے۔

(۳) مسلم کی حدیث مشہور ہے من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔ اس حدیث کو تم نے بارہا سنا ہوگا کہ کبھی

حاشیہ سابقہ صفحہ

(۱) حضرت ابراہیمؑ کے حق میں آگ کیوں کر برد و سلام (ٹھنڈی اور سلامتی) بن گئی تھی؟ مفسرین نے اس باب میں بہت سی توجیہیں کی ہیں، ابو مسلم محمد بن بحر اصبہانی کا قول ہے" قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً المعنی انہ سبحانہ جعل النار برداً و سلاماً، لا ان ھناک کلاماً، کقولہ ان یقول لہ کن فیکون ای یکونہ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۱۷) یعنی قرآن کریم کا یہ ارشاد، ہم نے کہا اے آگ ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی بن جا، اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے آتش اژدرا و رنتنہ گر کلدانیوں کی آگ سے حضرت ابراہیم کا کچھ نقصان نہ ہونے دیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا نے یہ الفاظ بھی کہے تھے، اس کی نظیر کن فیکون والی آیت ہے جسکے معنی یہ بتائے جاتے ہیں کہ خدا نے پیدا ہونے والے عالم کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ ہو جا، وہ ہو گیا، یہاں بھی کچھ لفظوں میں یہ حکم نہیں ملا تھا اور نہ خدا نے واقعی گفتگو کی تھی بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ارادۂ الٰہی ظہور عالم سے متعلق ہوا اور اسی مشیت کے مطابق موزوں و مناسب طریق پر اس کی تکوین ہونے لگی۔

اس کی تعلیم کے حصول و حقیقت پر نظر نہ ڈالی ہوگی، حضرت ابراہیم ؑ کے اسوۂ حسنہ سے اس کے سمجھنے میں مدد لو، یہ حدیث بتلاتی ہے کہ قانون الٰہی کے ستسلا اور احکام کے خلاف جہاں کوئی ایک برائی بھی نظر آئے، ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے زور بازو سے اُس کے مٹانے کی کوشش کرے، یہ خصوصیت حقیقی ایمان واروں کی ہوگی، لیکن جس میں اتنی قوت نہ ہو وہ زبان سے برا کہے اور برائی کے خلاف بآواز بلند احتجاج (پروٹسٹ) کرتا رہے، اس مذاق کے لوگ ایک طرح ناقص الایمان سمجھے جائیں گے، جس سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ کم از کم اپنے دل ہی میں اس کو سلگاتا رہے، یہ ایمان کا بالکل ہی آخری اور بہت ہی ضعیف و کمزور درجہ ہے لیکن جو طبیعتیں اتنا احساس بھی نہ رکھتی ہوں ان میں فرائض کی خواہ کتنی ہی پابندی موجود ہو مگر یقین کر لینا چاہئے کہ ایمان سے ان کو مطلق سروکار نہیں۔

مگر یاد رہے کہ ازالۂ منکرات و مفاسد کے لئے دل میں کڑھنے اور زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک کہ ان سے کشود کار ممکن ہو، جہاں یہ باتیں بے سود ہوں وہاں ایمان کا صرف ایک ہی مظہر ہے اور وہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو استعمال طاقت کے قابل بنالیں اور پھر اس طاقت سے منکرات اور مفاسد و مظالم کو مٹائیں۔

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین۔ وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم

جن مشرکین کے ساتھ تم نے عہد کر رکھا تھا۔ اب اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے انھیں صاف جواب ہے۔ اگر اب بھی تم پھرے رہے تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور کافروں کو عذاب دردناک کی بشارت سنا دو۔

لا یستاذنک الذین یومنون باللہ والیوم الآخر ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم واللہ علیم بالمتقین۔ انما یستاذنک الذین لا یومنون باللہ والیوم الآخر وارتابت

جو لوگ خدا کا اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے اس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنی جان و مال سے شریک جہاد نہ ہوں تم سے خواہاں اجازت تو وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اللہ کا اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور ان کے دل میں شک پڑے ہیں۔

قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون (۴۹) پس وہ اپنے شک کی حالت میں حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟ دنیا میں اس وقت وہی ایک مسلمان تھے مگر نہ یہ تنہائی انھیں دعوت الی الحق سے مانع ہو سکی اور نہ انھوں نے ردِ مظالم اور تغیرِ منکر کے لئے صرف وظیفہ قلب و زبان تک ہی کفایت کی بلکہ جب یہ کوشش سودمند ہوتے نہ دیکھی تو دست و بازو سے بھی طاقت آزمائی کے لئے آمادہ ہو بیٹھے۔ پس ایمانداروں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیروی کریں۔

(۴) دعوت الی الحق کی ابتدا اپنے گھر سے چاہیئے۔ یہی صورت حضرت ابراہیم نے اختیار کی اور اسی کی تعلیم اظہارِ دعوت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی کہ انذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریب ترین اعزا کو ڈراؤ) ان مبادی میں کامیابی ہو یا ناکامی تاہم تجربہ و اختبار اور بصیرت کو اس سے مدد ملے گی اور پھر دعوت عام کے لئے اسکیم مرتب کرنے میں صرف دماغ کی قوت متخیلہ ہی پر زور دینا نہ پڑے گا بلکہ تجربہ و عمل کے نتائج سامنے ہوں گے

(۵) دعوت الی الحق کو مداہنت، پاس مراتب، لحاظ عظمت سے کچھ سروکار نہیں، کسی بزرگ کی بزرگی یا کسی عزیز کی محبت کا اس پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیئے اولاد پر والدین سے زیادہ کس کے احسانات ہوں گے؟ لیکن دیکھتے نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو جو کچھ کہنا تھا، سب سے پہلے اپنے باپ ہی سے کہا اور جو کچھ کرنا تھا اسکے سرانجام دینے میں باپ کے حقوق ابوت ذرا بھی مانع نہ ہو سکے۔

(۶) احیاء صداقت اور اقامت حق اور عدل کے لئے مخفی تدابیر بھی کرنی پڑتی ہیں، پوشیدہ طور پر کید و تدبیر سے بھی کام لینے کی حاجت پڑتی ہے اور اس مدعا کے لئے یہ تمام باتیں جائز و درست بلکہ ضروری و لازم العمل ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے بت خانے میں کیا کیا تھا؟

(۷) کفر و شرک و استعباد نے دلوں میں خواہ کیسی ہی تاریکی پھیلا دی ہو انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی گذر گیا ہو، امتیاز حق و باطل کی طاقتیں مردہ ہی کیوں نہ ہو جائیں، تاہم حقیقت ایک ایسی چیز ہے کہ اخلاص کے ساتھ مؤثر انداز میں جب اس کو پیش کیا جائے گا تو سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اس کے آگے جھک جائیں گے، مستبدین کے غرور و جبروت سے مرعوب ہو کر دعوت الی الحق کی تحریک روکی نہیں جاتی اور اگر رکتی بھی ہے تو اس طرح کہ

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

(۸) دعوت الی الحق کے لئے شجاعت قلب درکار ہے، جرأت لسان کی حاجت ہے، زور آور

دست دبازد کی ضرورت ہے کہ خواہ کچھ ہی پیش آئے اور خواہ کیسی ہی زحمتیں سنگ راہ ہوں مگر اپنے مشن کو سنبھالے رہے، کام کیے جائے اور کبھی مرعوب نہ ہو۔

(۹) بڑے کام کے لیے بڑی قربانی کی ضرورت ہے، صرف دفع دقت سے دفع استبداد ممکن نہیں، اس قربان گاہ پر سب سے پہلے اپنی جان کی بھینٹ چڑھانے کے لیے آمادہ ہونا چاہیے اس راہ میں سنگلاخ منزلیں طے کرنی پڑیں گی، مشکل سے مشکل امتحان دینے ہوں گے شدائد و نوازل سے طرف مقابل ہونا پڑے گا، اور ہر قدم پر اس دستورالعمل کی پابندی کرنی پڑے گی کہ ۔

ترک جان و ترک مال و ترک سر ؛ در طریق عشق اول منزل است

حضرت ابراہیم نے کیسی خطرناک جرأت کی تھی ؟

(۱۰) حق و صداقت کی مقاومت ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ دست ستم اس میں خلل ڈال سکتا ہے ضرر پہونچا سکتا ہے پر اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ عزم و ثبات سے تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں، مخالفین ذلیل ہوتے ہیں، استبداد سے نجات ملتی ہے اور انجام کار برکت حاصل ہوتی ہے کہ والعاقبۃ للمتقین۔

دعوۃ الی الحق کی یہ نتیجہ خیز اسکیم خود حضرت الٰہی کی ترتیب دی ہوئی ہے، اب صرف اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، نئی اسکیم بنانے کی ضرورت نہیں، جو لوگ شب و روز نئی اسکیموں کا خواب دیکھتے ہیں ان کو یہ پیام پہونچا دو، یہ پاک موضوع اس سے زیادہ تشریح کا طالب تھا مگر افسوس

کہ بادۂ حوصلہ سوز است و حیلہ بد مستند

بقیہ از صفحہ نمبر ۱۰ مسجد کی شہادت کے سانحہ کے تناظر میں یورپ اور امریکہ کی یہودی و نصرانی حکومتوں کی سازشیں ہیں۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے یہود و نصاریٰ کے کٹھ پتلی اداروں کا طرز عمل ملت اسلامیہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ان حالات میں ملت اسلامیہ کو اپنے تمام اختلافات بھلا کر اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر کے یہود و نصاریٰ کے ہمہ قسم کے غلبہ و تسلط کو ختم کر کے اسلام اور مسلمانوں کی بالادستی قائم کرنے کے لئے عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔

صوبہ سرحد میں باچا خان کے مجسمہ کی تنصیب بُت پرستی اور مشرکانہ فعل ہے۔ قرآن و حدیث کے متفقہ عقیدہ کے مطابق غیر اسلامی شعائر کا حصہ ہے۔ حکومت صرف اپنے اقتدار کے دوام کے لئے ایسے اقدام کی حوصلہ افزائی کر کے قرآن و سُنت کے خلاف کام کر رہی ہے۔

حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ایسے اقدام کی حوصلہ شکنی کرے۔ نیز رمضان المبارک کے احترام کے پیشِ نظر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات کو نمازوں اور تراویح کے اوقات میں بند رکھا جائے اور اس سلسلہ میں اسلامی مشاورتی کونسل کی حالیہ سفارشات پر مکمل عمل درآمد کیا جائے۔